ثبوت پیش نہ کر سکے۔لیکن اگر وہ بطور ثبوت ایک گواہ پیش کرے تو قسم کھلا کر حق ثابت کر کے اس کو دیا جائے گا۔اور یہ نبی ﷺ کے فعل سے ثابت ہے۔لہذا یہی راجح ہے۔

مسألة(۲):(استحلاف الشهود عندالارتياب) کیا گواہ پر شک ہونے کی صورت میں اس سے قسم لیا جائے گا؟ قرآن مجید میں سفر کرتے وقت وصیت میں گواہوں سے قسم لینا ثابت ہے۔اللہ کا فرمان ہے ﴿يايها الذين امنوا شهادة بينكم اذا حضر احدكم الموت حين الوصية اثنان ذواعدل منكم أوآخران من غيركم فيقسمان بالله إن ارتبتم لانشترى به ثمنا ولو كان ذا قربىٰ ولا نكتم شهادةالله﴾ (المائدة:۱۰۶) لہذا شک کے وقت گواہوں سے بھی قسم لینا درست ہے۔یہی سلف کا مذہب رہا ہے۔اسی پر حضرت علی، ابن عباس، قاضی شریح نخعی، ابن ابی لیلیٰ، سفیان، اوزاعی، امام احمد وغیرہ کا فتوی ہے۔(جامع العلوم والحكم : ۳۸۶)

مسألة (۳): کیا حقوق اللہ میں استحلاف ہوگا؟ بعض علماء فرماتے ہیں: اگر دعوی کا تعلق حقوق اللہ سے ہو تو اس میں قسم نہیں ہوگی یہی حنابلہ کا مذہب ہے۔امام مالک، ابوحنیفہ، شافعی، وغیرہ کے نزدیک اگر مدعی متہم ٹھہرایا جائے تو قسم کھلایا جائے گا مثلاً کسی نے ایک محرم سے شادی کی پھر اس نے یہ دعوی کیا کہ میں نے ناسمجھی اور لاعلمی میں اس سے شادی کی ہے، تو ایسے شخص سے قسم کھلا کر تعذیرات سے بری کیا جائے گا۔جبکہ دوسروں کے نزدیک ایسے شخص کو ہر حالت میں سزا دی جائے گی، قسم کے ذریعے اس کو بری نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث سے معلوم ہوا کہ انسان کو ہر حالت میں حق گو ہونا ضروری ہے کسی مسلمان کو ستانے کیلئے بے جا حقوق کا دعوی نہیں کرنا چاہئے بلکہ ہر وقت اخروی کامیابی کا خواہاں رہنا چاہئے۔دنیا میں بھی اسلامی نظام عدالت ہی کو ترجیح دیں۔اگر دنیا میں اس نے کسی مسلمان کا حق ناجائز طریقوں اور چرب لسانی سے حاصل کیا ہو تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ روز آخرت اللہ پاک کا نظام عدالت جب محشر میں قائم ہوگا اور اعلان ہوگا" أين الجبارون؟" ظالم لوگ کہاں ہیں؟ تو ہمارا کیا جواب ہوگا؟ روز آخرت اللہ پاک ہر صاحب حق کو اپنا حق دلا کر رہے گا۔لہذا ہمیں چاہئے کہ اپنے حقوق لینے میں شرعی حدود کا خیال رکھیں، غلط دعوی نہ کریں اور نہ جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنا حق منوائیں۔

اللہ پاک ہم سب کو فکر آخرت کی توفیق بخشے اور حلال روزی کھانے اور کھلانے پر اکتفا کرنے کا حوصلہ دے۔(آمین)

☆☆☆☆☆

اصلاح عقیدہ:21

بدعت کی شرعی حیثیت

محمد حسن آصم صدیقیؒ

جنازہ کے ساتھ ذکر وتلاوت:

حدیث شریف اور فقہ حنفی کے پیش نظر جنازے کے ساتھ اجتماعی طور پر ذکر کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔طبرانی میں حضرت زید بن ارقم ؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (إن اللّٰه يحب الصمت عند ثلاث : عند التلاوة وعند الزحف وعند الجنازة) ''بیشک اللہ تعالیٰ تین مواقع پر خاموشی کو پسند فرماتا ہے: تلاوت قرآن کے وقت، معرکہ کارزار کے موقع پر اور جنازہ کے موقع پر'' (المعجم الكبير للطبراني ۔ عن رجل عن زيد بن ارقم مرفوعاً)

حضرت حسن بن علی ؓ سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ تین مواقع پر آواز بلند کرنا پسند نہیں فرماتے تھے: قراءت قرآن، جنازہ اور لڑائی کے وقت۔'' امام محمد اور ابن نجیم نے قیس بن عبادہؒ ☆ سے روایت کی ہے: (كان اصحاب رسول الله ﷺ يكرهون رفع الصوت عند ثلاث: الجنائز والقتال والذكر) ''صحابہ کرام ؓ ان تین مواقع پر بلند آواز پسند نہیں فرماتے تھے: جنازہ، جنگ اور ذکر الٰہی'' (مصنف ابن ابی شیبة ۷/ ۱۸۹ ، المستدرك آخر كتاب الجهاد ، ومستخرج ابی عوانة)

ان احادیث وآثار کی بنا پر حضرات فقہائے احناف نے پوری صراحت اور وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ جنازہ کے ساتھ اونچی آواز سے ذکر کرنا، قرآن کریم پڑھنا اور اسی طرح (كل حي يموت) وغیرہ پڑھنا ''مکروہ'' اور ''بدعت'' ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: رفع الصوت بالذكر وقراءة القرآن وقولهم '' كل حي يموت'' ونحو ذلك خلف الجنازة بدعةٌ .

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں (وينبغي لمن تبع الجنازة أن يطيل الصمت ويكره رفع الصوت بالذكر وقراءة

☆ المصنف اور المستدرك میں قيس بن عبادة ہے، المستخرج میں قيس بن عباد ۔ تهذيب ۷۱۱ اور تقريب میں بھی قيس بن عباد ہے۔ | ثقة من الثانية مخضرم ت ۸۰ھ تقريب ۵۵۸۲ |

القرآن وغيرهما في الجنازة والكراهة فيها كراهة تحريم)(البحر الرائق) ☆(۱)

قبر پر اذان

رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سے ثابت ہے کہ نماز جنازہ سے فراغت کے بعد میت کو قبر میں دفن کیا جائے اور اس موقع پر (بسم الله وعلىٰ سنة رسول الله) پڑھا جائے۔☆(۲)

اور دفن کے بعد سورۃ البقرۃ کا ابتدائی اور آخری حصہ پڑھنا بھی ثابت ہے۔☆(۳)

☆ (۱) امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ وغیرہ جمہور علماء نے قبر کے پاس قرآن کی تلاوت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ الباجیؒ نے کراہت کیلئے اس حدیث نبوی سے استدلال لیا ہے: (لا تجعلوا بيوتكم مقابر، إن الشيطان ينفر من البيت الذى تقرأ فيه سورة البقرة) ''اپنے گھروں کو (تلاوت ترک کرکے) قبرستان مت بناؤ، بیشک جس گھر میں سورۃ البقرۃ پڑھی جائے اُس سے شیطان بھاگ جاتے ہیں۔'' (صحيح مسلم صلاة المسافرين باب استحباب النافلة فى البيت ح۲۱۲، ۷۸/٦، الترمذى فضائل القرآن: ح۲۸۷۷عن ابى هريرة)

☆ (۲) عن ابن عمر " أن النبى ﷺ كان إذا وضع الميت فى القبر قال :"بسم الله وعلى سنة رسول الله " [ابوداؤد الجنائز باب ٦٩ فى الدعا للميت إذا وضع فى قبره ح: ۳۲۱۳، الترمذى باب ٥٤ ح:١٠٤٦ وفى رواية "ملة رسول الله ﷺ" وقال حسن غريب، ابن ماجه باب۳۸ ح:۱۵۵۰ وصححه الالبانىؒ]

☆ (۳) على بن موسى الحدادؒ کہتا ہے کہ میں امام احمدؒ اور محمد بن قدامة الجوہریؒ کے ساتھ ایک جنازے میں شریک تھا، دفن کے بعد ایک اندھا شخص قبر کے پاس بیٹھ کر قرآن پڑھنے لگا، امام احمدؒ نے اسے کہا: ''قبر کے پاس قرآن پڑھنا بدعت ہے۔'' قبرستان سے باہر آ کر محمد بن قدامہ نے امام احمد سے مبشر الحلبی کے بارے میں پوچھا تو امام نے اسے ''ثقہ'' کہا۔ محمد بن قدامہ نے کہا کہ مبشر نے مجھے عبدالرحمن بن العلاء بن اللجلاج کی وساطت سے اپنے والد سے یہ روایت کی ہے: أنه أوصى إذا دفن أن يقرأ عند رأسه بفاتحة البقرة وخاتمتها وقال: سمعت ابن عمر ﷛ يوصى بذلك.

یعنی العلاء بن اللجلاج الشامی نے دفن کے بعد قبر کے سرہانے سورۃ البقرۃ کی ابتدائی اور آخری آیات پڑھنے کی وصیت کی اور کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمر ﷛ کو بھی یہی وصیت کرتے سنا ہے۔ اس پر امام احمد نے کہا: ''تو لوٹ جاؤ اور اس شخص سے کہو کہ قرآن پڑھے۔''

الشیخ الالبانیؒ کہتے ہیں: اولاً: یہ قصہ امام احمد سے ثابت نہیں۔

ثانیاً: امام ابوداؤد نے امام احمد سے قبر کے پاس قراءت سے منع بیان کیا ہے۔

اگر اس قصے کو درست مانا جائے تو صرف دفن کے موقع پر ان کے نزدیک جواز اور عام حالات میں کراہت کا استدلال ہو سکتا ہے۔

ثالثاً: یہ روایت ابن عمر ﷛ سے صحیح نہیں، کیونکہ عبدالرحمن بن العلاء مجہول ہے۔(ابن حجر : مقبول، من السابعة)